۱۹۰واں باب

بلاسودی اسلامی معیشت

۱۱۶: سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ(آیات ۲۷۴تا۲۸۳) [۲-۳:تِلۡكَ الرُّسُلُ]

(آیات ۲۷۴تا۲۸۳)

- قرض مہیا کرنے اور حاصل کرنے کے ضوابط
- دورِ نبوت میں سود کے باب میں ضوابط کا تدریجی ارتقاء
- بنیادی تصورات جو سود کی حرمت میں پوشیدہ(built in) ہیں
- عقل کی میزان میں معاشرے پر سود کے اثرات و نقصانات
- سود کے بارے میں اسلام کا موقف
- تجارت اور سُود کا اُصولی فرق،
- اسلام کا معاشی نظام بمقابلہ جاہلیت (سرمایہ داری)
- سود کے باب میں اسلام کے ضابطے
- سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ کی حرمت سود کی آیات پر تنزیل کے ساتھ تکمیل

باب ۱۹۰

بلا سودی اسلامی معیشت

سُوْرَةُ الْبقرة [آیات ۲۷۴ تا ۲۸۳]

سُوْرَةُ الْبَقَرَة کی حرمت سود کی آیات پر تنزیل کے ساتھ تکمیل

سات سالہ وقفے کے بعد سُوْرَةُ الْبَقَرَة کے کچھ اجزا (آیات ۲۷۴ تا ۲۸۳) نازل ہو رہے ہیں، اِن کو سمجھنے کے لیے مناسب ہے کہ اِس دوران بدل جانے والا پیش منظر اور پسِ منظر بالکل واضح ہو اور چوں کہ تازہ نازل ہونے والی آیاتِ مبارکہ سود سے متعلق ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ سود کے بارے میں بھی کچھ باتیں آیات پر گفتگو سے قبل سامنے آجائیں۔

حنین و طائف کے بعد عمرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ذوالقعدہ کی پہلی تاریخ تک فارغ ہو گئے تھے۔ اگلا مہینہ حج کا تھا، آپ نے حج کے لیے مکہ میں رکنا پسند نہیں کیا تھا، کیوں کہ ابھی مشرکین عرب کے حج ادا کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگی تھی، یہ بڑی ہی ناروا اور ناپسندیدہ بات تھی کہ سلطنت اسلامیہ کا سربراہ، اللہ کا آخری رسولؐ مشرکین کے ساتھ حج ادا کرے جو اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے جھوٹے داتاؤں اور جھوٹے دستگیروں کو پکار رہے ہوں اور کچھ بدبخت ایسے بھی ہوں کہ اپنے حرام مال [جھوٹ، بددیانتی اور سود] سے کمائے ہوئے کپڑوں کے ساتھ حج کر رہے ہوں اور کچھ اُن کو اتار کر برہنہ حج کر رہے ہوں[1]۔ چناں چہ آپؐ نے واپس مدینے کی راہ لی، دور و نزدیک اسلام کا غلغلہ ہو گیا تھا۔

---

1 مرد و خواتین کے برہنہ حج کی مضحکہ خیزی یہ تھی کہ حج کے لیے حرام کمائی کے کپڑے تو اُتار پھینکتے [حج سے فارغ ہو کر دوبارہ پہننے کے لیے] مگر اُس گوشت پوست سے بنے جسم و جان کو جو حرام کمائی سے پرورش پایا ہے اُسے حرمِ کعبہ کے طواف میں دوڑاتے اور حج کے بعد حرام کمائی سے باز نہیں آتے۔ امام مسلم ابوہریرہؓ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کے آخری حصے میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دعا کے بارے میں ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "(وہ شخص) لمبا سفر کرتا ہے، بال غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور اس کی غذا حرام ہے تو اس صورت میں اس کی دعا کیونکر قبول ہو گی؟" افسوس یہ ہے کہ آج حج کرنے والوں میں حرام کمائی سے کراہیت کا اتنا بھی احساس نہیں جتنا مشرکین مکہ کو تھا، فراڈ، سود، جھوٹ اور غریب مزدوروں اور

ایران، دنیا کی دوسری بڑی سلطنت اس پوزیشن میں ہرگز نہیں تھی کہ مسلمانوں کو چھیڑ سکتی، وہ ابھی روم کے ہاتھوں مار کھا کر اپنے زخم چاٹ رہی تھی۔ اسلام کو فنا کرنے کے لیے کفر کو اب اگر کوئی امید باقی تھی تو صرف نصاریٰ کی سلطنتِ روم سے تھی۔ کفر کے سرغنے موتہ میں مسلمانوں کی قلیل التعداد دو ہزاری فوج کے ایک لاکھ رومی فوج سے ٹکرانے کی ہمت و جرأت اور جنگی مہارت پر انگشت بدنداں تھے۔ یوں مدینے میں راوی چین لکھتا تھا، ہر طرف خوشی اور شادمانی کا دور دورہ تھا، مسلمان ہر وقت اس دُھن میں رہتے تھے کہ وہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ رسول اکرم ﷺ سے تربیت و تزکیے کا فیض حاصل کر لیں، نہ جانے کب اس دنیا سے آپؐ کے چلے جانے کا وقت آ جائے۔

مکہ میں بنو مغیرہ کو بنو ثقیف کے لوگ سود پر قرض دیتے تھے، ایک معاملے میں تنازعہ کے فیصلے کے لیے مکہ کے نوجوان گورنر عتاب بن اسیدؓ نے رسول اللہ ﷺ کو سود کی ادائیگی کے معاملے کے تصفیے میں رہ نمائی کے لیے ایک مکتوب بھیجا۔ سود کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کے اشارے نبوت کے پانچویں برس سے مل رہے تھے۔ اب جب کہ دین کی اقامت یعنی حکومت الٰہیہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو رہا تھا تو خالق و مالک نے چاہا کہ قانونِ وراثت کے بعد انسانوں کو معاشی پالیسیز اور قرض کے ذریعے انتقالِ زر کے طریقوں کے بارے میں مزید رہ نما اصول دیے جائیں۔ مکہ سے آنے والے استفسار کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے رہ نمائی فرمائی اور سود کو قطعاً ممنوع (حرام) قرار دے دیا۔

زیرِ مطالعہ باب میں ترتیبِ نزولی پر قرآن مجید کا یہی حصہ [اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ .... وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ سُوْرَةُ الْبَقَرَة آیات ۲۷۴ تا ۲۸۳، رکوعات ۳۸ اور ۳۹] ہمارے سامنے ہے۔ سُوْرَةُ الْبَقَرَة کے پہلے ۳۷ رکوع آٹھویں اور نویں جلد میں مکمل ہو چکے ہیں، جو مدینے میں ہجرت کے ابتدائی دو برسوں میں نازل ہوئے، وہاں اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنے پر بات ختم ہوئی تھی۔ سات (۷) برس بعد دس (۱۰) آیات نازل ہوئی ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے زیرِ تکمیل سُوْرَةُ الْبَقَرَة میں ۲۷۳ ویں آیت کے بعد لکھوادیا، اِس طرح یہ مذکورہ دس آیات اس سورت میں ۲۷۴ تا ۲۸۳ آیات شمار کی گئیں۔ یہ آیات دو رکوعات ۳۸ اور ۳۹ کو تشکیل دیتی ہیں۔ سورت کی آخری دو آیات ۲۸۵

ملازمین کا حق غصب کر کے حاصل کی ہوئی دولت تعمیرِ مساجد اور خیر، خیرات کے لیے استعمال کرتے کوئی نہیں ہچکچاتا۔

اور ۲۸۶ (اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ۔ ۔ ...... اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ﴿۲۸۶﴾) وہ ہیں جو معراج کے موقع پر نبوت کے بارھویں برس آپ کو آسمانوں میں دی گئی تھیں۔یہ دونوں آیات اپنی ایک ماقبل ۲۸۴ویں آیت (لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ... . وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۸۴﴾) سے مل کر ۴۰واں یعنی سورت کا آخری رکوع بناتی ہیں (ان تازہ نازل ہونے والی دس آیات سے پہلے یہ رکوع ۳۸ویں نمبر پر تھا)۔

ساتویں صدی عیسوی کی دوسری چوتھائی (۶۲۵ء تا ۶۵۰ء) میں ابھرنے والی نئی طاقتور تہذیب (اسلام) نے دنیا کے اندر زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو میں ایک نئے انقلاب کی خوشبو کو شرق سے غرب تک عام کر دیا تھا، مکہ میں ایک تنازعے کے فیصلے میں سود پر کامل پابندی نے اس خوشبو کو بہت طاقت عطا کی۔جاننے والے جان گئے کہ پیدائش سے موت تک، زندگی بسر کرنے کے ہر مرحلے کے لیے ضابطے عطا کرنے والے اس نئے انقلاب نے معیشت (Economy) کے شعبے کو بھی بالکل از سر نو تعمیر کرنا ہے۔

آج، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے کم و بیش ڈیڑھ ہزار برس بعد جب ساری دنیا سائنسی ٹکنالوجی کی بدولت سمٹ کر ایک گاؤں بن گئی ہے اور اس کو صورت گری کرنے میں معیشت کا بڑا ہاتھ ہے، خود معیشت ساری کی ساری سود کے رحم و کرم پر ہے۔اس کائنات کو تخلیق کرنے والے معبود نے اپنی کتاب اور اپنے رسولؐ کے ذریعے انسانی معاشروں کی صحت اور افزائش کے لیے سود کو زہرِ قاتل قرار دے دیا۔ حرمتِ سود کے نفاذ کو محمد عربی ﷺ کی داستانِ حیات میں ایک سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے خواہ آج امت مسلمہ کا بچہ بچہ ساری دنیا میں سود کے پنجوں میں جکڑا ہوا ہی کیوں نہ ہو اور بلا کسی استثنا کے تمام مسلمان حکومتیں اور اُن کے تمام حکمران سودی نظام سے منسلک کیوں نہ ہوں، دنیا میں اسلام کو پنپنے کے لیے وہ ماہرین معاشیات درکار ہیں جو جدید معاشی نظام کو سود کے بغیر چلانے کے لیے طریقے وضع کر سکیں اور وہ باہمت مردانِ کار درکار ہیں جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے احیا کے لیے زندگیاں وقف کر سکیں۔

دورِ نبوت میں سود کے باب میں ضوابط کا تدریجی ارتقاء

جب دین کا غلبہ اور غایت نبوت تکمیل پذیر ہونے لگی تب سالِ آخر یعنی بائیسویں برس (سنہ ۹ ہجری) میں قطعی حرمت کی آیات (آیات ۲۷۵ تا ۲۷۸) نازل ہوئیں اور سورہ بقرہ کے آخری حصے میں تحریر کروائی گئیں جن میں سود کے وصول کرنے پر عذاب کی وعید اور اللہ سے جنگ کا اعلان کیا گیا۔ لیکن سود کی قطعی حرمت کے حکم

سے قبل قرآن مجید نے جس ترتیب سے سود پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اُس پر ایک طائرانہ نظر سورہ بقرہ کی اِن آیات کو سمجھنے میں بڑی مدد و معاون ثابت ہو گی۔

سود پر ناپسندیدگی کا اظہار تین مرتبہ کیا گیا: ۵ نبوی میں سُوْرَةُ الرُّوْمِ آیہ ۳۹ میں پھر ۱۶ نبوی میں سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن کی آیہ ۱۳۰ میں اور اسی برس سُوْرَةُ النِّسَآءِ کی آیہ ۱۶۰ میں میں بھی۔ اور آخر میں حرمتِ قطعی ۲۲ نبوی میں وفات النبی ﷺ سے ایک برس قبل سُوْرَةُ الْبَقَرَة کی آیہ ۲۷۸ میں نازل ہوئی۔

ہجرتِ حبشہ کے برس، سنہ ۵ نبوی میں جب ایرانی افواج آگے بڑھ رہی تھیں اور روم کو شکست کا سامنا تھا اُس موقع پر آتش پرست ایرانیوں کے مقابلے میں توحید کے علم بردار، رومی عیسائیوں کے جیت جانے اور مکہ میں بت پرستوں کے مقابلے میں توحید کا علم اٹھائے رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری کے ساتھ جو سُوْرَةُ الرُّوْمِ کی آیات نازل ہوئیں اُن میں یہ بات بھی شامل تھی: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ "جو رِبا تم لوگوں کو دیتے ہو تا کہ دوسروں کے اموال میں پرورش پائیں اور تمھیں کچھ بڑھ کر مل جائے، اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا، اور جو صدقات [زکوٰۃ] تم اللہ کی رضاجوئی کے لیے دیتے ہو، یقین رکھو کہ ایسے دینے والے ہی اپنے مال میں خوب اضافہ کرنے والے ہیں۔"

- اوپر مذکورہ آیہ مبارکہ میں یہ اُسی ربا کی طرف خفیف اشارہ ہے جس کی ممانعت گیارہ برس بعد غزوہ احد کے تناظر میں سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن میں وارد ہوئی تا کہ اس مال کی محبت کی جڑ ہی کٹ جائے جو اس جنگ میں ہزیمت کا باعث بنی۔ فرمایا گیا تھا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ "اے ایمان والو! یہ بڑھتا اور چڑھتا سُود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ ○"
- غزوہ اُحد کے بعد، (نبوت کے ۱۶ ویں برس میں) یہود کے جرائم کا تذکرہ کرتے ہوئے سُوْرَةُ النِّسَآءِ میں بتایا گیا کہ سود پچھلی شریعتوں میں بھی ممنوع تھا: وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ "اور سُود لیتے ہیں جس سے تاکیداً انھیں منع کیا گیا تھا، اور (اِس بنا پر کہ) لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں۔ ہم نے پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال تھیں، پس اِن میں سے جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"

- مکہ میں بنو مغیرہ کو بنو ثقیف کے لوگ سود پر قرض دیتے تھے، ایک معاملے میں تنازعہ کے فیصلے کے لیے مکہ کے نوجوان گورنر عتاب بن اسیدؓ نے رسول اللہ کو سود کی ادائیگی کے معاملے کے تصفیے میں رہ نمائی کے لیے ایک مکتوب بھیجا۔ سود کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کے اشارے نبوت کے پانچویں برس سے مل رہے تھے۔ اب جب کہ دین کی اقامت یعنی حکومت الٰہیہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو رہا تھا تو خالق و مالک نے چاہا کہ قانونِ وراثت کے بعد انسانوں کو معاشی پالیسیز اور قرض کے ذریعے انتقالِ زر کے طریقوں کے بارے میں کچھ مزید رہ نما اصول دیے جائیں۔ مکہ سے آنے والے استفسار کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے رہ نمائی فرمائی اور سود کو قطعاً حرام قرار دے دیا، جس کی تفصیل آپ اس باب کے مطالعے میں آنے والی سُوْرَةُ الْبَقَرَة کی آیات ۲۷۵ تا ۲۷۸ میں دیکھ سکیں گے، وہ کانٹے کی آیہ مبارکہ جو حرمت سود کو قایم کرتی ہے، وہ ۲۷۸ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

ترجمہ: اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جو کچھ سود لینا باقی ہے اُس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔

یہ آیت فتحِ مکّہ کے بعد نازل ہوئی اور مضمون کی مناسبت سے اِس سلسلہ کلام میں داخل کر دی گئی۔ اس سے پہلے اگرچہ سُود ایک ناپسندیدہ چیز سمجھا جاتا تھا مگر قانوناً اسے بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس آیت کے نزول کے بعد اسلامی حکومت کے دائرے میں سُودی کاروبار ایک فوجداری جُرم بن گیا۔ عرب کے جو قبیلے سُود کھاتے تھے، اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عُمّال کے ذریعے سے آگاہ فرمادیا کہ اگر اب وہ اس لین دین سے باز نہ آئے، تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ نَجران کے عیسائیوں کو جب اسلامی حکومت کے تحت اندرونی خود مختاری دی گئی، تو معاہدے میں یہ تصریح کر دی گئی کہ اگر تم سُودی کاروبار کرو گے، تو معاہدہ فسخ ہو جائے گا اور ہمارے اور تمہارے درمیان حالتِ جنگ قائم ہو جائے گی۔ آیت کے آخری الفاظ کی بنا پر ابن عباس، حسن بصری، ابن سیرین اور ربیع بن انس کی رائے یہ ہے کہ جو شخص دار الاسلام میں سُود کھائے اسے توبہ پر مجبور کیا جائے اور اگر باز نہ آئے، تو اسے قتل کر دیا جائے۔ دُوسرے فقہا کی رائے میں ایسے شخص کو قید کر دینا کافی ہے۔ جب تک وہ سُود خواری چھوڑ دینے کا عہد نہ کرے، اُسے نہ چھوڑا جائے۔

سود کی حرمت والی آیات مبارکہ کے سرنامے پر سُوْرَةُ الْبَقَرَة کی آیہ ۲۷۴ سجائی گئی ہے جو غزوہ تبوک کے موقع پر عثمان بن عفّان اور عبدالرحمٰن بن عوف کی غزوہ تبوک کے لیے بے مثال انفاق کی تعریف میں نازل ہوئی

تھی کہ سود وہ بری بلا ہے جو انسان کے دل میں مال کی محبت اور انفاق سے نفرت و کنجوسی کی صفات پیدا کرتا ہے۔ جب کہ اللہ کو تو وہ اہلِ ایمان مطلوب ہیں جو دن رات اللہ کی راہ میں اپنے مال بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ سود کی ممانعت کی آیات غالباً اس آیہ مبارکہ سے دو چار ماہ قبل نازل ہوئی ہوں گی اور یہ آیہ مبارکہ رجب ۹ ہجری میں تبوک سے قبل کی ہے (واللہ اعلم)۔

تدریجی نزولِ قرآن مجید پر نظر رکھنے والوں کے لیے یہ امر قابل توجہ ہے کہ سلطنتِ روم سے لڑنے کے لیے جانے پر اُبھارنے کے لیے، جان سے پہلے مال کے انفاق پر متوجہ کرنے کے لیے، تساہل و سستی برتنے پر ضعیف الایمان لوگوں کو شرمانے اور راہِ فرار اختیار کرنے والے منافقین کا پردہ چاک کرنے کے لیے جتنی بھی آیات اتریں وہ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ کی آیات ۳۸ تا ۷۲ کے درمیان وارد ہیں مگر عثمان بن عفّان اور عبدالرحمٰن بن عوف کے بے مثال انفاق کی تعریف میں نازل ہونے والی آیہ مبارکہ کو توبہ کے بجائے بقرہ میں سود کی آیاتِ حرمت سے قبل سجایا گیا ہے!

اس آیہ کو توبہ کے بجائے بقرہ میں رکھنے کی حکمت کی توجیہ، یوں کی جاسکتی ہے کہ سود کو خود غرض اور لالچی انسان پسند کرتے ہیں اور اُس کی خرابیاں اور تباہ کاریاں اُن کی سمجھ سے بالا ہیں، اس کے مقابلے میں اپنے مال کو اللہ کا مال جاننے والے اور آخرت کے ہمیشگی کے گھر کو دنیائے فانی کے گھر پر ترجیح دینے والے ہی سود کی حکمت کو سمجھ سکتے ہیں، اُن کو ہی سود سے بچنے کا حکم ہے۔ پس سود کی حرمت بیان کرنے سے قبل، حرمت کو سمجھ جانے والوں کا تذکرہ کردیا گیا، کتاب کا یہی انداز ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ کہہ کر بتایا گیا تھا کہ کس کے لیے کتاب مجید فائدہ مند ہے [هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ]۔

رہے تقویٰ اور خوفِ آخرت سے بے نیاز بڑے بڑے پروفیسر اور ماہرین معاشیات، بنکوں کے جغادری ماہرینِ کلام، وزرائے خزانہ اور وزرائے اعظم اور انسانوں کے سروں پر مسلط شاہی خاندان......... اِن کے لیے قرآن کا کوئی حکم، حکم نہیں اور کوئی حرمت، حرمت نہیں، اِن کے لیے بس ایک ہی چیز لازم ہے، وہ ہے بھڑکتی آگ: قرآن، اللہ سے جنگ پر آمادہ اپنے دشمنوں کے لیے بڑے کُھلے لفظوں میں آگ کے دردناک عذاب کا تذکرہ کرتا ہے جس کا انھیں کوئی گمان نہیں!

بنیادی تصورات جو سود کی حرمت میں پوشیدہ (built in) ہیں

اسلام کا سود کے بارے میں نقطہ نظر جاننے اور اُس سے اِس کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ چاہنے سے قبل

ضروری ہے کہ جانا جائے کہ اسلام کا انسان کے بارے میں، دنیا میں موجود وسائل کی ملکیت کے بارے میں اور انسان کے حقوق و فرائض کے بارے میں اُس کا کیا نقطہ نظر ہے۔ وہ اپنے بنیادی نظریات کے ذریعے کس قسم کے انسانی ذہن کے سانچے (Mind Set) کو تیار کرتا ہے۔

ایک ایسا مسلمان جو اسلام کے بنیادی فلسفے سے، وحی الٰہی کی پیش کردہ انسان کے حقوق و فرائض کی حد بندی ہی سے واقف نہ ہو تو وہ یہ سوال تو درکنار کہ سود کے بارے میں اسلام کے نظریات کیا ہیں؟ اسلام کے کسی بھی تہذیبی، تمدنی، معاشی، معاشرتی ضابطے کی حقیقت کو سمجھ (Appreciate) ہی نہیں سکتا۔ اس کے بجائے کہ وہ کسی بھی نوع کے اسلامی ضابطے اور خیال کو نشانہ تنقید بنائے اُسے اسلام کے پیش کردہ بنیادی عقائد و نظریات کا ابطال کرنا چاہیے، اگر وہ کرسکے! یہ بڑی نامناسب بات ہے کہ آدمی مسلمان ہونے کے ناطے اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات کا دم بھرے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نمائندہ، قرآن کو اللہ کی کتاب مانے اور پھر اُس کتاب سے اور اُن بنیادی عقائد و نظریات سے برآمد ہونے والے اور رسولؐ کی سنّت و تعلیمات سے تعمیر ہونے والے اصول و ضوابط کو اپنے پسندیدہ، اور خود ساختہ عقائد و نظریات کی کسوٹی پر پرکھے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کرکٹ کے اصولوں کو فٹ بال کے میدان میں آزمایا جائے۔ بال کو بیچ میدان میں ہاتھ سے کیچ کیا جائے اور پیروں کے بجائے باولنگ اور بلّے بازی کی جائے اور دوسروں کو دھکا دے کے بھاگ کر وکٹری اسٹینڈ پر کھڑے ہو کر اپنے جاہل مداحوں سے داد و تحسین کی وصولی کے ساتھ دوسروں کو کمزور اور بے وقوف گردانا جائے۔

اسلام یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ اس دنیا میں سب کچھ صرف اور صرف ایک خالق و مالک، اللہ کا ہے، سورج، چاند ستارے، زمین، آسمان، موسم اور رات دن، غذا کا سامان اور ساری طاقتیں سارے وسائل ہمارا جسم، ہمارے اعضا، ہماری صلاحیتیں، ہماری اولاد سب ہی کچھ اللہ کا ہے۔ کاروبار زندگی چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ مختلف افراد کو مختلف حالات میں مختلف مقامات پر مختلف شکل و صورت اور رنگ روپ میں، مختلف جینیٹک کوڈز کے ساتھ، مختلف جسمانی صحت، موروثی اور پیدائشی کمزوریوں اور بیماریوں اور خوبیوں کے ہمراہ ذہنی صلاحیتوں اور مختلف میسر وسائل کے درمیان مختلف عرصہ حیات (عمر) کے لیے پیدا کرتا ہے۔ تمام چیزیں جو بظاہر ہماری بالکل ذاتی نظر آتی ہیں وہ بھی اللہ ہی کی ہیں سوائے ایک قدرت و اختیار کے جو اپنی حدود اور وسائل میں رہتے ہوئے مختلف فیصلے کرنے کے لیے ہمیں خیر و شر میں سے کسی ایک کے انتخاب میں حاصل ہوتا ہے جس کو استعمال کر کے ہم

اللہ کی چیزوں کو جن کا اوپر ذکر کیا گیا اور جن کا ذکر نہیں کیا گیا، جو ایک امانت کے طور پر ہمیں میسر ہیں استعمال کرتے ہیں۔ اس قدرت واختیار کو جتنا صحیح استعمال کر سکیں گے اتنا ہی اللہ کی رضا اور خوشنودی اور اُخروی انعامات کو پا سکیں گے اور جتنا غلط استعمال کریں گے اتنا ہی ہم اپنے خالق و مالک کو ناراض کریں گے۔ قدرت واختیار کے اس استعمال میں شاہ و گدا سب برابر ہیں، جس کو جتنے زیادہ وسائل، علم، جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں اور مواقع پر اختیار و قدرت ملی اُس سے اُسی قدر فرداً فرداً حساب ہوگا، دنیا میں ہم جتنے بھی کام کرتے ہیں اُن کے نتائج سارے کے سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ دلوں کا حال جاننے والا، نیتوں کی خبر رکھنے والا ہر آن ہر لمحے، ہماری وقت معین کے لیے آزمائش کر رہا ہے۔ اُس نے اپنے آخری پیغامبر، محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے جو کتابِ ہدایت و قانون ہمیں عطا کی ہے اور اپنے رسول کے ذریعے اُس پر عمل کرنے کی جو حکمت و سنت عطا کی ہم کو اُس کا استطاعت کی حد تک عمل کرنے کا پابند بنایا ہے، اُس استطاعت کے استعمال پر ہی جزا و سزا ہوگی نہ کہ اُن کے استعمال سے مطلوبہ نتائج کے برآمد ہونے پر کہ نتائج پر بندوں کا کوئی اختیار نہیں۔ انسان دنیا میں ایک بااختیار مخلوق ہے جسے اس ساری کائنات پر تصرف دیا گیا ہے، وہ بہر طور اللہ کا غلام اور بندہ ہے، ایک غلام اور بندے کے جو فرائض اپنے مالک کے لیے ہوتے ہیں وہی ہم پر اپنے خالق و مالک کے لیے ہیں، ہم اُس کے خلاف بغاوت کے مجاز نہیں، اُس کے فیصلوں اور اختیارات اور احکامات کو چیلنج کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں، ہماری عقل محدود اور خالق کی عطا کردہ ہے اُس پر اُس وحی الٰہی کو فوقیت حاصل ہے، جو قرآن و سنت کی شکل میں اُس کے آخری رسولؐ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔

عقل کی میزان میں معاشرے پر سود کے اثرات و نقصانات

دنیا میں جتنے کاروبار ہیں، اُس میں آدمی محنت، ذہانت اور وقت لگانے کے بعد فائدے کی امید کے ساتھ کاروبار کے چلنے یا نہ چلنے کا اور ساری کوششیں ضائع ہونے کا خطرہ (Risk) مول لیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں سرمائے کو قرض پر دے کر پیسہ کمانا ایک ایسا کاروبار ہے جس میں ایک آدمی محنت، ذہانت اور وقت صرف کیے بغیر اور کوئی خطرہ (Risk) مول لیے بغیر اور ہر صورت میں فائدے ہی فائدے کے یقین کے ساتھ محنت کرنے والوں، وقت لگانے والوں اور ذہنی صلاحیتوں کو خرچ کرنے والوں کا استحصال کرتا ہے۔

صرف اس بنیاد پر کہ ایک آدمی جس نے کسی طرح اپنی ضرورت سے زیادہ پیسے حاصل کر لیے ہیں اب وہ

پیسوں کو کرائے پر چڑھانے کا کاروبار شروع کردے، جس میں نقصان کا سرے سے کوئی خطرہ ہی نہ ہو۔ اب اُس کو بغیر محنت، ذہانت اور وقت لگائے پیسے کمانے کا لائسنس مل گیا، اب وہ اپنی ضرورت سے زائد پیسوں کو لا متناہی طور پر بڑھاتا ہی چلا جائے؟ اِس طرح سوسائیٹی میں امیر، امیر تر ہوتا ہی چلا جائے گا۔ جس کے نتیجے میں غریب لازماً غریب تر ہی ہوتا چلا جائے گا۔

ایک آدمی دکان کھولنے، کارخانہ لگانے یا ریڑھی سے معاش کمانے کے لیے سود پر قرض لیتا ہے، قرض لینے والا آدمی دن رات محنت کرتا ہے، اپنا وقت اور اپنی عقل کو لگاتا ہے، اگر دکان نہ چلے، کارخانہ نقصان میں چلا جائے، ریڑھی میں پلے ہی سے کچھ چلا جائے، سود پر قرض دینے والے کا، جس نے کوئی محنت نہیں کی، کوئی وقت نہیں لگا یا کچھ نہیں گیا وہ پیسہ اور سود دونوں چیزیں وصول کر کے رہے گا، چاہے قرض دار اپنا گھر بیچ کر یا مزید سود لے کر ادا کرے یا خودکشی کرے تب بھی جو چھوڑ مرے گا وہ اُس کے وارثوں سے چھین لے گا۔ اس سارے عمل میں ایک چیز قرض دینے والے سرمایہ دار کو مزید ملے گی وہ ہے اُس کی طبیعت میں بخل، خود غرضی، شقاوت، بے رحمی اور زرپرستی اور اُس کے اندر سے ہمدردی و امداد باہمی کی رُوح کا فنا ہو جانا۔

جنگ کے مواقع پر ایک ملک کے تمام لوگ خواہ وہ فوج کے آدمی ہوں یا سویلین، دوسرے ملک سے لڑائی میں خطرات اور نقصانات اور قربانیاں برداشت کرتے ہیں، مگر جنگ کے لیے قرض دینے والا سرمایہ دار یا اُس کا خاندان یا کوئی بنک ہی ایک ایسا بے ضمیر و بے غیرت ہوتا ہے جو اسی ملک اور معاشرے کے لوگوں کا خون چوس کر اور استحصال کر کے لوٹی کھسوٹی دولت کو جنگی قرض کے نام پر اپنی ہی قوم کو مہیا کرتا ہے اور لڑائی کے ایک ایک صدی بعد تک نسل در نسل سُود وُصول کرتا رہے، خواہ لڑائی میں ملک و قوم کا بیڑا غرق ہی کیوں نہ ہوا ہو۔

سود کے بارے میں اسلام کا موقف

..... وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ .... ﴿۲۷۵﴾ حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔

جیسا کہ آنے والی سطور میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ سود لینا دراصل کنجوسی اور خود غرضی کی بنا پر ہوتا ہے اور یہی فلسفہ انسانوں کے خالق اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعلیمات سے ملتا ہے، چناں چہ سود کے معاملے پر تفصیلی گفتگو سے قبل جو بات اللہ تبارک و تعالیٰ سود کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں وہ براہِ راست

نہیں بلکہ بالواسطہ ہے کہ اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ...... وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۴﴾ (اہلِ ایمان میں سے) "جو لوگ اپنے مال شب و روز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں"۔ روزِ محشر کسی خوف اور رنج کا مقام نہ ہونا اللہ کے مقرب بندوں کا معاملہ ہے جو ۱۳ مختلف مقامات پر قرآن مجید میں آیا ہے، جس میں بہت مشہور سُوۡرَةُ يُوۡنُس کی یہ ۶۲ ویں آیت ہے: اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ یعنی جو لوگ سود خوروں کی ضد ہیں، بالعکس (reverse) ہیں وہ اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرنے والے ہیں، در حقیقت وہی اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ ہیں۔

غور کیجیے کہ اسی تناظر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اَلَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا كَمَا يَقُوۡمُ الَّذِىۡ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ..... .. .. ﴿۲۷۵﴾ "سُود خوار آدمی قیامت کے روز ایک باؤلے، مخبوط الحواس انسان کی صُورت میں اُٹھے گا"۔ اور پھر آگے فرمان ہے يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ ؕ .... ﴿۲۷۶﴾ اللہ سُود کا مَٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے۔ سُود دراصل انسانوں میں خود غرضی، بخل، تنگ دلی اور شقاوتِ قلبی جیسے اوصافِ قبیحہ (رزائلِ اخلاق) کی فراوانی کا نتیجہ ہوتا ہے اور جتنا زیادہ وہ اس کاروبار میں ملوث ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ یہ اوصافِ قبیحہ یا رزائلِ اخلاق سود خور کی شخصیت کی پہچان بنتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس صدقات اور خیرات کے نتیجے میں فیّاضی، ہمدردی، فراخ دِلی اور عالی ظرفی جیسی صفات انسان کی شخصیت کا جز بنتی ہیں اور وہ اللہ کا مقرب بندہ، ولی اللہ بن جاتا ہے جسے روزِ محشر کوئی خوف اور غم نہ ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا یعنی صرف دو آدمیوں پر حسد جائز ہے: ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال و دولت عطا کی اور وہ اُسے راہِ حق میں خرچ کر کے ہلاک کرنے پر مسلط ہو گیا (جان و دل سے اور سر گرمی سے دولت کو اللہ کی راہ میں لٹانے پر ڈٹ گیا) اور ایک وہ شخص جسے اللہ نے (حکمت دین کا) علم دیا ہو، اور وہ اُس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اُسے دوسروں کو سکھاتا ہو۔ (متفق علیہ)

تجارت اور سُود کا اُصولی فرق،

	سرمایہ دار [سود پر قرض دینے والا]	تاجر [سود پر قرض لینے والا]
۱	سُود لینے والا تو مال کی ایک مقرر مقدار لے لیتا ہے، جو اس کے لیے بالیقین نفع بخش ہے	سُود دینے والے کو صرف مہلت ملتی ہے، جس کا نفع بخش ہونا یقینی نہیں
۲	یقینی اور متعین فائدہ	غیر یقینی اور غیر متعین فائدہ یا نقصان
۳	سرمایہ دار کا فائدہ ہر حال میں جاری رہتا ہے چاہے تاجر کو مستقل نقصان ہو رہا ہو۔	تاجر کا نقصان سرمایہ دار کو فائدہ پہنچا کر ہوتا ہے اور اُس کا فائدہ اپنے گاہکوں کو نقصان پہنچا کر
۴	مدت بڑھنے کے ساتھ فائدہ یقینی بڑھتا ہے	چیز کو فروخت کرتے وقت فائدہ صرف ایک بار
۵	جب تک قرض باقی ہے، سود چڑھتا رہے گا	چیز فروخت کرتے ہی معاملہ ختم
٦	سود پر دی گئی رقم پہلے مکمل طور پر خرچ ہو جاتی ہے، اور دوبارہ پیدا کر کے زیادہ مقدار میں واپس کی جاتی ہے	کرایے پر دی گئی چیز کے استعمال کا معاوضہ دیا جاتا ہے، چیز صَرف Consume نہیں ہوتی،
۷	سرمایہ دار محض اُس کے پاس زائد از ضرورت سرمائے کے آجانے کا فائدہ مزید زائد از ضرورت سرمائے کو پیدا کرنے کی صورت میں لیتا ہے	تاجر محنت، ذہانت اور وقت صرف کر کے غیر یقینی فائدہ کا امیدوار بنتا ہے اور یقینی فائدے والے سرمایہ دار کو شریکِ غالب بناتا ہے
۸	سرمایہ دار خود یا اُس کا بنک جب ذاتی ضروریات کے لیے سود پر قرض مہیا کرتا ہے تو وہ ظلم کے ذریعے حاصل شدہ اپنا زائد از ضرورت پیسہ خرچ نہیں بلکہ چکر میں لا رہا ہوتا ہے	غریب ضرورت مند کی بنیادی ضروریات کھانا پینا، رہائش، علاج معالجہ، بچوں کی تعلیم اب حقیقی قیمت سے زیادہ پر پوری ہو گی یہ صریح ظلم ہے۔
۹	جب سرمایہ دار یا اُس کا بنک تاجر کو سود پر قرض دیتا ہے تو سرمایہ دار کا مفاد تو فوری طور پر پورا ہو جاتا ہے مگر تاجر اپنے گاہکوں کو مہنگے داموں اپنی چیز یا خدمات مہیا کر کے غیر یقینی فائدہ کا حق دار بنتا ہے	جب ایک فرد کوئی چیز تجارتی مقصد کے لیے نقد خریدتا ہے تو خریدنے اور بیچنے والے دونوں افراد ایک دوسرے کا مفاد پورا کر رہے ہوتے ہیں، اور تاجر کم منافع پر دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

اوپر جو سود و تجارت کا تقابل پیش کیا گیا ہے وہ خود غرض لوگ ہر گز سمجھ نہ پائیں گے جن کے نزدیک یہ زندگی تھوڑی اور محض مزے کرنے کے لیے ہے وہ تو اِس بات کے قائل ہیں کہ: 'بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'۔ تاہم لوگ جن کے ضمیر بالکل مردہ نہیں ہوئے ہیں اور ابنائے نوع، انسانوں کا درد اُن کے دل میں ہے اور وہ اپنے ملک و وطن کے بارے میں فکر مند رہتے ہیں، ایک خوب صورت اور مطمئن سوسائیٹی کو پروان چڑھتا دیکھنا چاہتے ہیں، اُن کے غور و فکر کے لیے ذیل میں کچھ نکات دیے جا رہے ہیں، یہ نکات اُن اللہ کے منتخب اور پسندیدہ بندوں کے لیے بھی مزید اطمینان کا باعث ہوں گے جو صرف اللہ کے فرمانے پر سود سے بچتے ہیں۔

غریب مزدور اور کسان جو معمولی قرض اپنی ذاتی ضروریات مثلاً کھانے پینے، شادی بیاہ، علاج معالجے وغیرہ کے لیے لیتے ہیں سود خور سرمایہ دار اور اُن کے ادارے ایک مرتبہ اِن تنگ دست لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا کر تا زندگی اِن کا خون چُوستے ہیں۔ اِن بے حال زندگی سے بے زار، خراب صحت اور نفسیاتی مریض قوم کے لیے ایک بوجھ بن جاتے ہیں اِن کی کارکردگی اور پیدائشِ دولت بہت گھٹ جاتی ہے کسی سیاسی انقلابی دعوت کے موقع پر یہ آتش فشاں پھٹتا ہے تو ظالم سرمایہ داروں کو اپنی جان کے ساتھ اپنے عزیز از جان سرمائے سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جاتا ہے اور یہ ایسے نفسیاتی مریض لیڈروں کے ہاتھوں میں منتقل ہو جاتا ہے، جو ظلم کرنے میں اُن سے بدتر ثابت ہوتے ہیں، دنیا اِن انقلابات کا تجربہ بہت کر چکی ہے اور اِن سے نپٹنے اور اِن کے خطرات کو کم کرنے کے طریقے گزشتہ نصف صدی [1950-2000] میں سرمایہ داروں اور نظامِ سرمایہ داری نے خوب سیکھ لیے ہیں، لیکن انسانیت وحی الٰہی سے بغاوت کر کے یونہی آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور بنکوں کے عالمی نظام (Capitalism) کے تحت جاہلیت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے اور اُن کے ایجنٹ تمام غریب ممالک کی وزارتِ خزانہ، مرکزی بنکوں اور افواج کو کنٹرول کر رہے ہیں۔

وہ قرض جو کاروباری مقاصد کی خاطر لیے ہیں اس پر سُود کی وجہ سے معاشرے کو لامتناہی نقصانات پہنچتے ہیں:

❖ جو کاروبار ضرورت کی سستی چیزوں کی تیاری، مثلاً غریب عوام کے لیے اسکول جو رائج الوقت شرحِ سُود کے برابر نفع نہ لا سکتے ہوں وہ چاہے کتنے ہی ضروری اور مفید کیوں نہ ہوں، اُن کے لیے قرض مل ہی نہیں سکتا کہ اتنا بھی منافع نہیں دے سکیں گے جتنا اُنھیں سود ادا کرنا ہو گا۔

❖ جس بے مروتی اور شائیلاک[۲] انداز سے قرض لینے والوں کو سرمایہ ملتا ہے، وہ بھی اُسی ظالمانہ انداز سے اپنے کارخانوں اور تجارتی اداروں میں اپنے مزدوروں اور ملازموں سے پیش آتے اور ہر طرح کی بددیانتی کرکے نفع کمانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ سود ادا کرکے بھی مزید منافع مل سکے۔ معاشرے میں چیزیں مہنگی ہو جاتی ہیں اور بے چینی اور بددیانتی پرورش پاتی ہے۔

❖ سود پر سرمایہ دینے والا فرد یا ادارہ، کاروبار کے نفع و نقصان میں شریک نہیں ہوتا بلکہ صرف یقینی منافع حاصل کرنے والا اور وہ بھی ایک متعین شرح پر، یوں وہ کاروبار میں ایک ایسا پارٹنر ہوتا ہے جو دوسروں پر حاوی ہوتا ہے اُسے کاروبار کی بھلائی اور بُرائی سے کسی قسم کی دلچسپی نہیں ہوتی، اِس صورتِ حال کے نتیجے میں محنت، ذہانت اور وقت لگانے والا پارٹنر خواہ کتنا ہی مذہبی کیوں نہ ہو یقینی نفع کما کر بڑے بھائی کو کھلانے اور خود کھانے کے لیے ہر جھوٹ، رشوت، بے ایمانی و بددیانتی اور زیر دستوں پر ظلم اور اُن کے حقوق کو تلف کرنے والا بن جاتا ہے۔ پوری مسلم دنیا کی ۹۹ فی صد بزنس کمیونٹی اس طوفانِ بلاخیز میں موجیں مار رہی ہے۔

❖ جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر تجارت جائز ہے تو سود بھی ایک نوع کی تجارت ہی ہے، بالکل غلط استدلال کرتے ہیں، تجارت اگر دیانت دارانہ ہو تو لوگوں کو سستی اور عمدہ چیزیں میسر آتی ہیں تمدّن فروغ پاتا ہے اس کے مقابلے میں سُود تمدن کا ستّیاناس کرتا ہے۔ سُود کا تقاضہ ہے کہ وہ سود لینے اور دینے والے دونوں افراد میں بخل، خود غرضی، شقاوت، بے رحمی اور زر پرستی کی صفات پیدا کرے، اور ہمدردی و امداد باہمی کی رُوح کو فنا کردے۔

اسلام کا معاشی نظام بمقابلہ جاہلیت (سرمایہ داری)

جاہلیت (سرمایہ داری، کیپیٹلزم)	اسلام کا معاشی نظام
اپنے ذاتی فائدے کے بغیر کوئی کسی کے کام نہ آئے، سب اپنا اپنا فائدہ سوچیں اور دیکھیں کہ لوگوں کو مفت کھانے کی عادت نہ ڈالی جائے۔	ایک دُوسرے کے ساتھ فراخ دلی کا مظاہرہ کریں، خصوصاً اپنے عزیزوں، ملازموں اور دین پر چلنے والے لوگوں کے ساتھ۔

۲ شائیلاک، ولیم شیکسپیئر کے ایک مشہور ڈرامے میں یہودی ساہوکار کردار ہے جو لوگوں کی مالی مشکلات اور مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

فرد کی کمزوری اور لوگوں کی مجبوری سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جائے اور کمائی کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے، ٹکے کی چیز، سونے کے مول بک سکے تو چاندی کے مول بیچنا حماقت ہو۔	فرد کی کمزوری اور لوگوں کی مجبوری کے موقع پر دل و جان ومال سے لوگوں کی مدد کی جائے، اپنا مال ناداروں میں مفت تقسیم کیا جائے، اور مجبوری سے فائدہ اُٹھانے کو جہنم میں جانے کا ٹکٹ جانا جائے۔
سرمایہ داروں اور دولت مندوں کا طبقہ عام عوام سے بالکل الگ ہو، اُن کی آبادیاں، بازار، عبادت گاہیں الگ مقامات پر اُن کے اسٹیٹس کے مطابق ہوں۔ اُن کا مفاد، عامَّۃ النّاس کے مفاد کی ضد ہو جائے، یعنی عوام کا فائدہ اُن کا نقصان ہو اور ہر صورت میں اُن کا فائدہ ہو چاہے عوام کا نقصان ہی کیوں نہ ہو	اجتماعی نظام آپس کی ہمدردی پر مبنی ہو، لوگ شان و شوکت کی زندگی سے پرہیز کریں، مال دار اور مقتدر لوگ عوام الناس کے درمیان رہیں، اوسط درجے کے آدمی کی زندگی گزاریں، جو خود کھائیں اور پہنیں وہ اپنے ملازمین کو کھلائیں اور پہنائیں۔ یہ سوالی کا سوال نہیں بلکہ حکم سمجھیں۔
پیسے کو انتہائی احتیاط سے بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ اور مناسب سے مناسب جگہوں پر سرمایہ کاری کی جائے، اگر حرام کاری کے بازار سجانے، نوجوانوں کو سیکس، ہیروئن اور موسیقی کا عادی بنانے میں زیادہ فائدہ ہے تو سکول کا فرنیچر بنانے کا کارخانہ بند کر کے کوئی "ڈھنگ" کا کام کیا جائے، جس میں دو پیسے زیادہ بچتے ہوں۔	سود لینے والا اور دینے والا، لکھنے والا اور لکھانے والا، شراب پینے والا، شراب بنانے والا، لادنے والا اور پلانے والا (چاہے خود شراب نہ پیتا ہو)، پیشہ ور سنگرز سے گانے سننے والا اور اور موسیقی سیکھنے سکھانے والا، لونڈیوں (ملازم لڑکیوں) کو جسم فروشی پر لگانے والا اور فلم انڈسٹری اور میڈیا سے بے حیائی پھیلانے والے سب حرام خور ہیں، اِن کی کمائی سے صدقات تک قبول نہیں۔

تمام رسولوں نے آ کر انسانوں کو جاہلیت سے نجات دی، تمام رسولوں کا دین ایک اسلام ہی تھا۔ اسلام نے صرف بتوں کی عبادت ہی سے نہیں ہر نوع کی جاہلیت سے انسانوں کی جان چھڑائی یا چھڑانے کی کوشش کی۔ جاہلیت کی نشانیوں میں سے ایک سود ہے، جس کے لینے دینے کو قرآن نے اللہ سے جنگ قرار دیا، شرک کرنے والے مشرکین اسلامی حکومت میں ذمی بن کر رہ سکتے ہیں، اپنی عبادت گاہیں بنا سکتے ہیں اور اپنے تہوار منا سکتے ہیں، لیکن اگر سودی کاروبار کریں گے... تو حدودِ مملکت اسلامیہ میں نہیں رہ سکیں گے۔

قرآن مطالبہ کرتا ہے کہ جو کچھ بھی ضرورت سے زیادہ ہو اُسے اللہ کی راہ میں خیرات کردیا جائے اور بلا مقصد و ضرورت پیسہ جمع نہ کیا جائے۔ ذیل کی آیات ملاحظہ کیجیے:

- وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ [سُوْرَةُ الْبَقَرَة] **ترجمہ**: لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کریں؟ آپؐ انھیں بتائیے کہ جو کچھ تمھاری ضروریات سے زیادہ ہو۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنے احکام وضاحت سے بیان کرتا ہے، تاکہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات پر غور و فکر کرسکو۔

- وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ [سُوْرَةُ التَّوْبَة] ترجمانی: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو (اُن ہی کی محبت میں، بے مقصد یا صرف جمع کرنے کی خاطر) جمع کررہے ہیں (خواہ زکوۃ ادا کرتے ہوں) اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ایسے سرمایہ پرستوں کو دردناک سزا کی خوشخبری دو۔ ایک دن آئے گا، جس دن اِسے آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اسی سے ان کی پیشانیوں، پہلو اور کمر کو داغا جائے گا کہ یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سینت سینت کر رکھی ہوئی دولت کا مزا چکھو۔

پہلی آیہ مبارکہ سمجھاتی ہے کہ زائد از ضرورت مال اللہ کا فضل [اللہ کی عنایت] ہے اور بندے کو چاہیے کہ اللہ کے فضل کو [اللہ کی عنایتوں کو] اللہ کے دُوسرے بندوں پر فضل [تقسیم] کردے، مال جمع کرے گا تو خرچ کہاں کرے گا؟ سُود پر روپیہ وُہی شخص چلا سکتا ہے جس کو دولت کی تقسیم میں اس کی حقیقی ضرورت سے زیادہ حصّہ ملا ہو۔ مال کی محبت بڑھے گی تو وہ اُن لوگوں کی دولت کو بھی سمیٹنا چاہے گا جنھیں حصہ کم ملا ہے۔ اِنھی جمع جوڑ کرنے والے کم نصیبوں کے لیے وارد ہوا کہ۔ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اللہ کسی ناشکرے اور حق تلف کو پسند نہیں کرتا۔

یہ دونوں آیات اپنے معانی میں کوئی ابہام نہیں رکھتی ہیں اور دینِ اسلام کے مزاج کو بہت واضح انداز میں پیش کرتی ہیں۔ یہ آیہ مبارکہ صاف واضح کررہی ہے کہ دولت جمع کرنے کے لیے نہیں بلکہ دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جو لوگ مالک نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ نہیں دیں گے ان کو یہ عذاب

دیا جائے گا۔بلکہ یہ فرمایا کہ جو لوگ مال و دولت جمع کریں گے اور اس کو اللہ کی خوشنودی میں خرچ نہیں کریں گے ان کو انھی کی دولت سے داغا جائے گا۔ہر دولت مند کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے دو ہدایات ملی ہیں۔

۱. اوّلاً یہ کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے،

۲. ثانیاً یہ کہ وہ اپنا مال جمع کرنے کی بجائے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

پہلی ہدایت قانونی ہے اور اسلامی حکومت میں ہر مسلمان شہری کو زکوٰۃ ادا کرنا لازمی ہے،اور حکومت اسے بالجبر وصول کرنے کی پابند ہے۔دوسری ہدایت اہلِ ایمان پر براہِ راست ہے،اسلامی حکومت کوئی جبر نہیں کر سکتی۔یہ بات دولت مند مسلمان پر چھوڑی گئی ہے کہ وہ اپنے پاس پڑوس کے یتیموں،بے کسوں،ناداروں سے بے پروانہ رہے اور دعوت دین،اقامت دین، تعلیم دین اور جہاد فی سبیل اللہ کے دوسرے کاموں میں لازماً اپنی دولت کو خرچ کرے اگرچہ اس نے اپنے مال کا قانونی مطالبہ پورا کر دیا ہو۔اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو اُس کی جمع شدہ دولت سے اُس کو قیامت میں داغا جائے گا۔

جائز کاروبار اور تجارت میں سرمایہ لگانا اور اس کو بڑھانا "کنز" نہیں ہے بلکہ اس کے لیے صحیح اصطلاح "اکتساب دولت" ہے اور یہ اسلام میں ہر گز ممنوع نہیں بلکہ مسلم سوسائیٹی کو مستحکم بنانے کے لیے ایک قابل تعریف اور مطلوب کام ہے۔حلال ذریعوں سے حاصل ہونے والی دولت میں نہ فضول خرچی کرے نہ کنجوسی دکھائے اور اعتدال سے خرچ کرے،نہ کہ اپنے رشتہ داروں اور احباب میں سر اونچا کرنے اور نہ ہی حد سے زیادہ آرام طلبی یاڈرائنگ رومز اور رہائش کی غیر ضروری زیب و زیبائش اور غیر ضروری شان دار مہنگی گاڑیوں کے لیے خرچ کرے۔سیدھی طرح وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے اور اپنی فاضل دولت کو اللہ کی راہ میں چھپا کر بھی اور اعلانیہ لٹاتا ہوا نظر آئے تو ایسا دولت مند اللہ کا ایک مقرب اور مطلوب بندہ ہے۔

یہ اسلامی حکومت کے مقتدر افراد کا فریضہ ہے کہ وہ خود اپنا معیار زندگی متوسطانہ یا اوسط سے کم رکھیں اور دوسروں کو بھی اسی طرزِ زندگی کی تعلیم دیں اور اُن لوگوں سے دوستی نہ رکھیں جو اپنا معیار زندگی اونچا کرنے کے چکر میں مبتلا ہوں اور دوسروں کے لیے یہ متعدی مرض پھیلانے والے (infectious carrier) ہوں۔اسلامی حکومت کی غیر موجودگی میں اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والوں کی جماعتوں اور تناظیم کے ذمے داروں کا یہ روّیہ ہونا چاہیے جو اوپر اسلامی حکومت کے حکام کے لیے بیان کیا گیا۔جو لوگ نرم ریشمین

پردوں، مارکیٹ میں موجود اعلیٰ ترین گدوں، قالینوں اور صوفوں کے عشق میں مبتلا ہو کر مستحقین خصوصاً رشتہ داروں کے لیے اور اللہ کے دین کی اشاعت و اقامت کے لیے خرچ کرنے سے محروم رہیں گے، زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ان کی یہ بچائی اور جمع کی ہوئی دولت ان کی کروٹوں اور ان کی پیٹھوں کو ضرور بالضرور جلائے گی اللہ کی کتاب بغیر کسی ابہام کے یہی بات بتاتی ہے، اور کیا تعجب کہ دولت کو پوجنے کے جرم میں وہ اُس کو رب بنانے کے ملزم ٹھہرائے جائیں اور اُن کے ساتھ مشرکوں جیسا سلوک ہو، ایمان منہ پر دے مارا جائے!

خلیفہ سوم امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ شام ہی میں تھے اور وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر تھے۔ خوشحالی کا دور دورہ تھا، خوشحالی میں تفاخر اور غیر ضروری زیبائش ابوذر رضی اللہ عنہ کیسے برداشت کر سکتے تھے ، لیکن لوگ بھی مجبور تھے۔ زکوٰۃ کے باوجود ان کے ہاں اتنی دولت رہتی تھی کہ وہ گناہوں سے پاک عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے مگر ابوذر رضی اللہ عنہ قرآن کی سورۂ توبہ کی مذکورہ آیات کا حوالہ دیتے۔ ''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو!'' بعض صحابہؓ کا کہنا تھا کہ اس آیت کا تعلق غیر مسلموں سے ہے، لیکن ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے کہ اس کا تعلق مسلمانوں اور غیر مسلموں، دونوں سے ہے۔ ان کی رائے کے مطابق کسی بھی قسم کا مال جمع کرنا گویا دوزخ کی آگ جمع کرنا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی تنقید سے ہو سکتا ہے کہ غریب لوگ امرا کے خلاف امن و امان کا مسئلہ کھڑا کر دیں تو انھوں نے امیر المومنین سے گزارش کی کہ انھیں واپس مدینہ بلا لیا جائے۔ انھیں مدینہ واپس بلا لیا گیا۔ مزید تفصیل میں دلچسپی رکھنے والے تاریخ کی کتب میں دیکھ سکتے ہیں، یہ واقعہ اس لیے بیان کیا گیا کہ دورِ اوّل میں اس آیہ مبارکہ سے استدلال میں لوگوں کے درمیان دو آراء تھیں، جس کے دل کو جو لگے، اللہ کے یہاں ہر ایک اپنی نیت اور اعمال کے لیے جواب دہ ہے۔

حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ اسلام اہلِ ایمان کے معاشرے میں باوسیلہ (who have) لوگوں سے چاہتا ہے کہ وہ بے وسیلہ لوگوں (have nots) کی ہمدردانہ اعانت یا کم از کم منصفانہ تعاون کا طریقہ برتیں۔ لوگوں کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے (سرمایہ داروں کی غلامی سے نجات دلانے) کے لیے فی سبیل اللہ نہیں تو کم از کم بلا سود سرمایہ مہیا کریں۔ خوشحال مسلمان، اقامتِ دین کے علم برداروں کو چاہیے کہ اپنی ضروریات سے زیادہ دولت کو اقامتِ دین کے غریب علم برداروں میں بانٹ دیں اور تو کاروباری لوگوں کو بلا سُود قرض دیں اور مناسب ہے کہ شرکت کے اُصول پر ان کے ساتھ نفع و نقصان میں حصّہ دار بن جائیں تاکہ وہ بھی اس

قابل ہو جائیں کہ اپنی زائد دولت بانٹ سکیں۔اس طرح کی سوسائیٹی میں دولت کی پیداوار اُس سوسائیٹی کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ ہو گی جس کے اندر سُود کا رواج ہو۔ اس کام کے لیے خلافت راشدہ کے قیام کا انتظار ایک شیطانی وسوسہ ہے۔

اب ہم سود کی ممانعت کی آیات مبارکہ کے مطالعے سے قبل تمہیدی گفتگو کے آخری مرحلے کی جانب آ گئے ہیں جس میں ہم دیکھیں گے کہ کلام مجید کی آیات سے فقہائے کرام نے سود کی بابت کس طرح قواعد وضوابط اخذ کیے ہیں۔

سود کے باب میں اسلام کے ضابطے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾ ترجمہ: اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جو کچھ سود لینا باقی ہے اُس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے خبردار ہو جاؤ۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو اصل رقم تو تمھاری ہے۔نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

جیسا پہلے بتایا گیا کہ فتحِ مکّہ کے بعد وہاں کے نوجوان گورنر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے بنو مغیرہ اور بنو ثقیف کے درمیان سود کی ادائیگی کے بارے میں اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اوپر مذکور آیہ مبارکہ (يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ۔۔ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾) نازل فرمائی۔اس آیت کے نزول سے قبل سے مدینے میں سُود کو اگرچہ ایک ناپسندیدہ چیز سمجھا جاتا تھا، جیسا کہ پچھلے صفحات میں سود کے اوپر تدریجی قرآنی تنزیلات میں بیان کیا گیا، مگر قانوناً اسے بند نہیں کیا گیا تھا۔اس آیت کے نزول کے بعد اسلامی حکومت کے دائرے میں سُودی کاروبار کو ایک فوجداری جُرم قرار دے دیا گیا۔

فقہائے کرام نے الفاظ فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ سے یہ اصول اخذ کیا کہ جو شخص دارالاسلام میں سُود کھائے اسے توبہ پر مجبور کیا جائے اور اگر باز نہ آئے، تو اُسے جس طرح حالت جنگ میں دشمن کو قتل کیا جاتا ہے اسی طرح جو اللہ اور رسولؐ کے خلاف میدانِ جنگ میں آجائے تو اُسے قتل کر دیا جائے۔دُوسرے فقہا کی رائے میں ایسے شخص کو قید کر دینا کافی ہے۔جب تک وہ سُود خوری چھوڑ دینے کا عہد نہ کرے، اسے نہ چھوڑا جائے۔

مسلم فقہ کی اس شق کو دیکھیے اور مملکتِ خداداد پاکستان میں جب لوگ سودی کاروبار کریں تو اُس کا نام مسلم بنکاری رکھیں، چہ عجب!

سود کی اسی سخت شناعت (قباحت، بد کرداری) کی بنیاد پر مملکت اسلامیہ میں ذمیوں کو بھی سودی کاروبار کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ نجران کے عیسائیوں کو جب اسلامی حکمت کے تحت اندرونی خود مختاری دی گئی، تو معاہدے میں یہ تصریح کر دی گئی کہ اگر تم سُودی کاروبار کرو گے، تو معاہدہ فسخ ہو جائے گا اور ہمارے اور تمہارے درمیان حالتِ جنگ قائم ہو جائے گی۔

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ترجمہ:۔اور اگر تم توبہ کر لو تو اصل رقم تو تمھاری ہے۔نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ تمھارا قرض دار تنگ دست ہو تو کشادگی نصیب ہونے تک اُسے مہلت دو، اور جو صدقہ کر دو، تو تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تمھاری سمجھ میں آئے۔اس دن سے ڈرو، جب تم اللہ کی طرف پلٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو جو اس نے کمائی کی ہے پوری پوری مل جائے گی اور اس معاملے میں ان پر ظلم نہ ہو گا۔

اسی آیہ مبارکہ کے الفاظ " وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ " سے فقہا نے شریعت کا یہ اصول نکالا کہ جو شخص قرض ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور مستقبل قریب میں اُس کے اِس قابل ہونے کا کوئی امکان نہ ہو تو عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اُسے مناسب مہلت دیں، اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصّہ معاف بھی کرا سکتی ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کے کاروبار میں نقصان ہو گیا اور اس پر قرضے بہت چڑھ گئے۔ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ نے لوگوں سے اپیل کی کہ اپنے اس بھائی کی مدد کرو۔ چناں چہ بہت سے لوگوں نے اس کو مالی امداد دی۔ مگر تمام قرضے پھر بھی ادا نہ ہو سکے۔تب آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ جو کچھ ہے یہی ہے، بس اس کو لے کر اِسے چھوڑ دو، اس سے زیادہ تمھیں نہیں دلوایا جا سکتا۔(بحوالہ تفہیم القرآن سُوْرَةُ الْبَقَرَة حاشیہ نمبر

:۳۲۴) فقہانے یہ بھی تصریح کی ہے کہ قرض کی بازیابی کے لیے ایک شخص کے رہنے کا مکان (اگر وہ انھی لوگوں سے لیے گئے قرض سے نہ خرید اگیا ہو)، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ اوزار و آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قرق نہیں کیے جا سکتے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ لٰہذا جس کو یہ نصیحت پہنچے وہ آئندہ کے لیے سُود لینے سے رک جائے، تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے۔ اور اب جو سود کھانے کی حرکت دوبارہ کریں تو وہ جہنمی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

فقہائے کرام نے الفاظ فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ سے یہ اخذ کیا کہ جب آدمی سود سے توبہ کرے گا تو سابقہ سود جو اُس نے کھایا ہے وہ معاف نہیں ہو جائے گا بلکہ بس ایک قانونی رعایت دی گئی ہے کہ اس سے ماضی میں سود کے ذریعے کمائی گئی دولت کو واپس کرنے کا قانوناً یا اخلاقاً مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ تاہم اخروی نجات کے لیے خود اُس کے لیے یہ ضروری ہے کہ حرام ذرائع یعنی سود (یا کسی اور حرام طریقے، ظلم اور حق تلفی کے ذریعے) سے آئی دولت کو وہ اب اپنی ذات پر خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔ اگر ممکن ہو تو جن سے لیا تھا اُن کو واپس کر دے۔ قرآن مجید نے اس آیت کے اُترنے سے پہلے لیے گئے یا ایمان لانے سے پہلے لیے گئے سود کے معاف ہو جانے کا اعلان نہیں کیا بلکہ کہا کہ معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص توبہ کرنے کے بعد پہلے سود کے ذریعے کمائے ہوئے مال کو مزے سے استعمال کرتا رہے تو اندیشہ ہے کہ کہ وہ اپنی اس حرام خوری کی اللہ سے سزا پائے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّيۡلِ وَ النَّهَارِ
سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ
وَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ
﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوۡمُوۡنَ
اِلَّا كَمَا يَقُوۡمُ الَّذِىۡ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيۡطٰنُ مِنَ
الۡمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ
الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الۡبَيۡعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ
فَمَنۡ جَآءَهٗ مَوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ فَانۡتَهٰى فَلَهٗ مَا
سَلَفَ ؕ وَ اَمۡرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنۡ عَادَ فَاُولٰٓـئِكَ
اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷۵﴾
يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرۡبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ
لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيۡمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ
اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا
خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۷﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوۡا مَا
بَقِىَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۷۸﴾
فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
رَسُوۡلِهٖ ۚ وَ اِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ
اَمۡوَالِكُمۡ ۚ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۷۹﴾

جو لوگ اپنے اموال دن رات، کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجر تو ان کے پروردگار کے پاس ہے اور اُن کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ۔ جو لوگ اس دنیا میں سُود کھاتے رہے (اپنے رب کے حضور) نہیں پیش ہو سکیں گے مگر ایک ایسے شخص کی مانند جس کو شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو، یہ اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو آخر سُود ہی کی طرح ہے، حالاں کہ ، اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔ لہٰذا جس کو یہ نصیحت پہنچے وہ آئندہ کے لیے سُود لینے سے رک جائے، تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے۔ اور اب جو سود کھانے کی حرکت دوبارہ کریں تو وہ جہنمی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سُود کے ذریعے حُلیہ خراب کر دیتا ہے اِس کے برخلاف صدقات کے ذریعے نشو نما بخشتا ہے اور اللہ کسی ایسے ناشکرے اور حق تلف کو پسند نہیں کرتا۔ بے شک، جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک کام کیے اور نماز کو قایم کیا اور زکوٰۃ ادا کی، اُن کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ، وہاں اُن کے لیے کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی غم۔ اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جو سود کچھ لینا باقی ہے اُس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے خبر دار ہو جاؤ۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو اصل رقم تو تمھاری ہے۔ نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

جو لوگ اپنے اموال دن رات، کھلے اور چھپے اللہ کی رضا اور خوش نودی کے لیے خرچ کرنے پر تُلے رہتے ہیں ان کا اجر تو ان کے پروردگار کے پاس ہے اور روزِ محشر جب لوگوں کو اندیشے اور خوف ستائیں گے، اُن کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم اور ملال۔ اس کے برخلاف اللہ سے بے خوف، دولت کے پجاری لوگ جو اس دنیا میں سُود کھاتے رہے حشر کے دن اپنے رب کے حضور ایک ہوش مند آدمی کی طرح نہیں پیش ہو سکیں گے بلکہ ایک ایسے شخص کے مانند جس کو شیطان نے چھو کر اپنی ہی مانند باؤلا کر دیا ہو، یہ بری حالت اس وجہ سے کہ اللہ کی حاکمیت اور حکمت پر یقین رکھنے کے بجائے اپنی عقل کو زیادہ برتر جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو آخر سُود ہی کی طرح ہے، حالاں کہ انسان کو اور اس کائنات کو بنانے والے، اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اللہ کے رب ہونے کا یقین ہو اُسے چاہیے کہ رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچتے ہی وہ آئندہ کے لیے سُود لینے سے رک جائے، تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے یعنی اُس پر نہ گناہ ہے اور نہ واپسی کا کوئی حکم۔ اور اب جو اس حکم کے بعد بھی یہی سود کھانے کی حرکت دوبارہ کریں تو وہ جہنمی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سُود کے ذریعے معاشروں کی جڑیں کھوکھلی کر کے اُن کا حُلیہ (نفسیاتی اور جسمانی حالت) خراب کر دیتا ہے اِس کے برخلاف وہ بغیر کسی دنیاوی لالچ کے اللہ کی خوش نودی کے لیے دل کھول کر غریب حق دار لوگوں کو دیے گئے صدقات کے ذریعے دینے والے کے مال اور معاشرے کو نشو نما بخشتا ہے اور اللہ کسی ایسے ناشکرے مالدار انسان کو جو اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرنے کے بجائے، رشتہ داروں، ناداروں اور ابنائے قوم کی حق تلفی کرتا ہو ہر گز پسند نہیں کرتا۔ بے شک، جو لوگ محمد ﷺ کے پیش کردہ نظریات پر ایمان لے آئے اور نیک کام کیے اور اپنی آبادیوں میں اہتمام کرتے ہوئے پابندی وقت اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کو قایم کیا اور زکوۃ ادا کی، اُن کے رب کے پاس ان کا بے پایاں اجر ہے اور جہاں انسانوں کی عظیم اکثریت آگ کا ایندھن بننے جا رہی ہوگی، وہاں اُن کے لیے کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی ملال و غم۔ اے ایمان والو، اللہ کی نافرمانی پر اُس کے غضب سے ڈرو، جو سود لیا سو لیا، جو کچھ لینا باقی ہے اُس کو چھوڑ دو، اگر تم منافق نہیں بلکہ حقیقی ایمان والے ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے خبر دار ہو جاؤ اور اگر تم سود لینے سے توبہ کر لو تو اصل رقم تو تمھاری ہے۔ نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

قرض مہیا کرنے اور حاصل کرنے کے ضوابط

اب اس عظیم سورت کا آخری سے پہلا رکوع یعنی ۳۹واں رکوع شروع ہوتا ہے۔ جس میں قرض کے معاملات زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ پہلی اور بنیادی بات جو اس میں کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ "اے ایمان والو، جب کسی مقرّر مدت کے لیے تم آپس میں لین دین کرو تو اُسے لکھ لیا کرو۔" اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قرض لیتے اور دیتے وقت مدّت کا تعین پسندیدہ ہے مگر اگر کوئی بغیر تعین مدت کے قرض دار کی آسانی پر جب چاہے واپس ادا کرنے کی آسانی پر قرض مہیا کرے تو اُس پر یہ آیہ پابندی نہیں لگاتی ہے اور معین مدت کے لیے دیے گئے قرض کے لیے اُس کو دستاویزی (تحریری) شکل دینے کی ہدایت کرتی ہے مگر آیہ مبارکہ کا قرینہ اُسے لازمی شرط بھی قرار نہیں دیتا عموماً قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے درمیان قرض کے معاملات میں دستاویز لکھنے اور اُن پر گواہوں کی دستخط کرانے کو ایک دوسرے پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ اور اس بداعتمادی کے اظہار کا معاملہ خیال کیا جاتا ہے لیکن سب کا مشاہدہ ہے کہ یہ تحریری دستاویز اکثر اوقات آپس میں زیادہ بداعتمادی اور لڑائی جھگڑوں کو جنم دینے سے روکتی ہے۔ خصوصاً جب قرض لینے یا دینے والوں میں سے کوئی گزر جائے اور پھر اُن کے وارثین آپس میں معاملہ کر رہے ہوں۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد یہ ہے کہ قرض اور تجارتی قراردادوں کو ضبطِ تحریر میں لانا چاہیے اور اس پر گواہوں کے بھی دستخط کرا لینے چاہیں تاکہ فریقین کے درمیان رقم، مدت، شرائط وغیرہ جیسے معاملات صاف رہیں۔ ابنِ کثیر اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو اپنا مال قرض دے اور اس پر گواہ نہ بنائے تو (جب وہ قرض واپس نہ ملنے کے فتنے میں پڑے اور پھر) اللہ سے فریاد کرے تو اُس کی فریاد نہیں سُنی جاتی۔

فرمایا گیا ہے کہ جو خرید و فروخت دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مراد یہ ہے کہ روزمرّہ کی خرید و فروخت جیسے سبزی گوشت یا مٹھائی یا پرچون کی دکان سے روزمرہ کی خریداری کا معاملہ اگر تحریر میں نہ آئے تو کوئی حرج نہیں پھر بھی بڑی رقم کی خریداری اور زمین و جائیداد کی خریداری تو ضرور ہی تحریر میں آنی چاہیے۔ بعض چیزوں میں تو آج کل یہ چیز لازمی ہے جیسے ادویات کی یا ان چیزوں کی خریداری جن کے لیے سیلز ٹیکس کی ادائیگی یا بعد از فروخت خدمات یا گارنٹی شامل ہو تو اُن کا لکھنا تو موجودہ دور کے قوانین کے تحت لازمی ہے اور کتاب اللہ بھی اس کو مستحسن قرار دیتی ہے۔

بازار میں ہمسایہ تاجر ایک دُوسرے سے رات دن جو سامان کا اور نقدی کا لینا دینا کرتے رہتے ہیں، بڑی دکانوں میں تو یہ بھی تحریری ضروری ہے لیکن ایسی جگہوں پر جہاں مالک خود سارا کام کرتا ہو وہاں اس لین دین کو بھی تحریر میں نہ لایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

فرمایا گیا ہے کہ کسی شخص کو قرض کی دستاویز لکھنے یا اس پر گواہ بننے کے لیے مجبُور نہ کیا جائے، اور یہ بھی کہ کوئی فریق کاتب یا گواہ کو اُس کے مفاد کے لیے خلاف واقعہ یعنی جھوٹی گواہی کے لیے مجبور نہ کرے۔ ایسا کرو گے، تو گناہ کا ارتکاب کروگے۔ اللہ کے غضب سے بچو۔

گواہ بنانے کے حوالے سے درجِ ذیل امور پسندیدہ ہیں:

- گواہ اپنے اخلاق و دیانت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہونے چاہیے ہیں، معروف بد دیانت اور گانوں اور موسیقی سے شغل رکھنے والے گواہ نہیں بن سکتے۔
- مسلمان صرف مسلمانوں ہی کو اپنا گواہ بنائیں۔
- ذمّیوں کے گواہ ذمّی بھی ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لیے کوئی کاتب نہ ملے، رہن بالقبض (قرض دار کی کوئی چیز بطور گروی قبضے میں لے کر) پر معاملہ کرو۔ ہمارے ماہرین قانون (فقہا) نے سفر کے علاوہ بھی عام حالات میں بھی گروی رکھ کر قرض دینے کی اجازت دی ہے، اس پر سیّد مودودیؒ تفہیم القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

"جب محض دستاویز لکھ دینے پر کوئی کسی کو قرض دینے کے لیے آمادہ نہ ہو، تو قرض کا طالب اپنی کوئی چیز رہن رکھ کر قرض لے لے۔ لیکن قرآن مجید چوں کہ اپنے پیروؤں کو فیاضی کی تعلیم دینا چاہتا ہے، اور یہ بات بلند اخلاق سے فروتر ہے کہ ایک شخص مال رکھتا ہو اور وہ ایک ضرورت مند آدمی کو اس کی کوئی چیز رہن رکھے بغیر قرض نہ دے، اس لیے قرآن نے قصداً اِس دوسری صورت کا ذکر نہیں کیا۔" [تفہیم القرآن، سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة، حاشیہ ۳۳۱]

اس ضمن میں یہ بات واضح رہے کہ گروی رکھی ہوئی چیز محض امانت ہے اور اُس سے قرض دینے والا کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اگر وہ ایسا کرے تو یہ چیز سود میں شمار ہوگی۔ اِن تمام معاملات میں کانٹے کی بات یہ ہے کہ معاملات میں بھروسہ کیا جاتا ہے، تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے اُسے چاہیے کہ وہ بھروسے پر پورا اُترے۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَ اَنْ
تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ
فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ
هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ۳۸۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى
اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَ لْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ
كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَ لَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ
كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَ لْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ
الْحَقُّ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا يَبْخَسْ مِنْهُ
شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ
ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ
رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ
امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ
تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا
الْاُخْرٰى ؕ وَ لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ
وَ لَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا
اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ
لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ
تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ

تمھارا قرض دار تنگ دست ہو تو کشادگی نصیب ہونے تک اُسے مہلت دو، اور جو صدقہ کر دو، تو تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تمھاری سمجھ میں آئے۔ اس دن سے ڈرو، جب تم اللہ کی طرف پلٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو جو اس نے کمائی کی ہے پوری پوری مل جائے گی اور اس معاملے میں ان پر ظلم نہ ہوگا ۳۸۶ اے ایمان والو، جب کسی مقرّرہ مدت کے لیے تم آپس میں ادھار کا معاملہ کرو تو اُسے لکھ لیا کرو۔ تمھارے درمیان کوئی ایسا شخص اِس دستاویز کو انصاف کے ساتھ تحریر کرے، جسے اللہ نے لکھنا سکھایا ہو اور اُسے لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، املاوہ شخص کرائے جس پر ذمہ داری ہو۔ اور اُسے اللہ سے، جو اس کا رب ہے ڈرنا چاہیے۔ لیکن اگر دَین دار خود نادان یا ضعیف ہو، یا املا نہ کرا سکتا ہو، تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے۔ پھر اپنے مردوں میں سے دو (۲) کی اس پر گواہی کو ثبت کرا لو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے، تو دوسری اُسے یاد دلائے۔ یہ گواہ دونوں کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ جب گواہ بننے کے لیے لوگوں کو بلایا جائے، تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔ رقم خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، متعیّن میعاد کے ساتھ اُسے لکھنے میں کاہلی نہ دکھاؤ۔ یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ قرینِ انصاف ہے، اور اس طرح معاملے کی صحیح شہادت قائم ہوتی ہے۔ شکوک وشبہات میں پڑنے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ ہاں جو خرید وفروخت ہاتھ کے ہاتھ تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

تمھارا قرض دار تنگ دست ہو تو کشادگی نصیب ہونے تک اُسے مہلت دو، اور جو اللہ کی خوشنودی کے لیے اس قرض کو صدقہ جان کر معاف کردے، تو اہلِ ایمان کے شایانِ شان یہ بات تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تمھاری سمجھ میں آئے۔ مومنانہ فراست سے کام لو، اس دن کی ذلت ورسوائی سے ڈرو، جب تم اللہ کی طرف اِس دنیا کی زندگی سے واپس پلٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو جو اس نے کمائی کی ہے پوری پوری مل جائے گی اور اس معاملے میں ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا ۲۸۱ اے ایمان والو، جب کسی مقررہ مدت کے لیے تم آپس میں خصوصاً ادھار کا یا کسی اور مقصد کے لیے مالی لین دین کا معاملہ کرو جس کے نتیجے میں مستقبل میں کسی تنازعے کا امکان ہو سکتا ہو تو اُسے لکھ لیا کرو تاکہ سند رہے، بوقتِ ضرورت کام آئے۔ فریقینِ معاملہ کے درمیان کوئی ایسا شخص اِس دستاویز یا قرارداد کو انصاف کے ساتھ تحریر کرے، جسے اللہ نے لکھنا سکھایا ہو، اِس معاملے میں اہلِ ایمان دو باتوں کا خیال رکھیں پہلی یہ کہ اُسے لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، دوسری یہ کہ دینے والے کی موجودگی میں املاوہ شخص کرائے جس پر ادائیگی کی ذمہ داری ہو یعنی قرض دار، اور اُسے یعنی لکھوانے والے کو اللہ سے، جو اس کا رب ہے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس کے لکھوانے میں کوئی چالاکی نہ دکھائے۔ لیکن اگر دَین دار (مقروض) خود نادان یا ضعیف ہو، یا املا نہ کرا سکتا ہو، تو اس کا ولی (نُمائندہ/وکیل) کامل انصاف کے ساتھ املا کرائے اور اپنے موکل کو فائدہ پہنچانے کے لیے کوئی چالاکی نہ دکھائے۔ پھر اپنے مردوں میں سے کم سے کم دو (۲) کی اس پر گواہی کو ثبت کرالو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے، تو دوسری اُسے یاد دلائے۔ یہ گواہ تمھارے دونوں فریقین کے لیے بااعتماد اور قابلِ قبول ہوں، یعنی جن سے کسی فریق کو گواہی دینے میں بددیانتی یا بھول چوک کا خطرہ نہ ہو۔ جب گواہ بننے کے لیے لوگوں کو بلایا جائے، تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔ رقم خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، متعیّن میعاد کے ساتھ اُسے لکھنے میں کاہلی نہ دکھاؤ۔ یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے، اور اس طرح معاملے کی صحیح شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ اور بھول چوک اور شکوک و شبہات میں پڑنے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ ہاں جو معمول کی خرید فروخت اور لین دین ہاتھ کے ہاتھ تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

وَ اَشۡهِدُوۡۤا اِذَا تَبَايَعۡتُمۡ ۖ وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيۡدٌ ۚ وَاِنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاِنَّهٗ فُسُوۡقٌۢ بِكُمۡ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمۡ تَجِدُوۡا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقۡبُوۡضَةٌ ؕ فَاِنۡ اَمِنَ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا فَلۡيُؤَدِّ الَّذِى اؤۡتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَ لَا تَكۡتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنۡ يَّكۡتُمۡهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلۡبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ﴿۲۸۳﴾ ۳۹۶	مگر تجارتی معاہدے طے کرتے وقت گواہ مقرر کر لیا کرو۔ خبردار، کاتب اور گواہ کو ہرگز نہ ستایا جائے۔ ایسا کروگے، تو شدید نافرمانی کروگے۔ پس، اللہ کا خوف کھاؤ۔ اللہ تمھیں تعلیم دے رہا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور کوئی کاتب نہ ملے تو گروی رکھ کر معاملہ کرلو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص دُوسرے پر بھروسہ کرلے تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے، اسے چاہیے کہ امانت کو واپس کردے اور اللہ سے جو اس کا مالک ہے ڈرے۔ اور شہادت کو ہرگز نہ چھپاؤ۔ جس نے اسے چھپایا، وہ گناہ گار دل والا ہے۔ اور تمھارے اعمال سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔ ۳۹۶

مگر کسی بڑے تجارتی سلسلے اور معاہدے کو طے کرتے وقت گواہ ضرور مقرر کر لیا کرو۔ خبردار، کاتب اور گواہ کو ہرگز نہ ستایا جائے۔ ایسا کروگے، تو شدید نافرمانی کروگے۔ پس، ایسی نافرمانی کے خیال سے بھی اللہ کا خوف کھاؤ۔ اللہ تمھیں تعلیم دے رہا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لیے کوئی کاتب نہ ملے، قرض کی دستاویز کے بجائے کوئی چیز گروی رکھ کر قرض کا معاملہ کرلو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص دُوسرے پر بھروسہ کرکے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے اور اپنی کوئی قیمتی چیز بھروسے پر گروی رکھوادے، تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے، اسے چاہیے کہ امانت (گروی رکھی گئی چیز) کو نرمی کے ساتھ واپس کردے خیانت کا دل میں خیال بھی نہ لائے اور اللہ سے جو اس کا مالک ہے ڈرے۔ اور شہادت کو ہرگز نہ چھپاؤ۔ جس نے اسے چھپایا، وہ گناہ گار دل والا ہے۔ اور تمھارے اعمال سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔ ۳۹۶

☆☆☆☆☆